© rasailojaraid.com

شیعہ سنی اتحاد

کی حقیقی بنیادیں

مولانا ابوالحسن علی ندوی

ہمارے ہاں شیعہ سنی فرقوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں۔ عالم اسلام کے مشہور مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے سامنے ان کے دورۂ ایران کے دوران ایسے ہی سوالات آئے۔ انہوں نے اپنے سفرنامہ "کابل سے یرموک تک" میں اس سوال پر سیر حاصل روشنی ڈالتے ہوئے مفاہمت کی حقیقی قدروں پر گفتگو کی ہے۔ "ادارہ"

★

مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے اور شیعہ سنیوں کے درمیان وسیع اور گہری خلیج کو پر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جذبات و تعلق کے اس کرنٹ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، اور آپ کی نبوت کی طرف موڑ دیا جائے، اس لئے کہ آپ کی ذات گرامی مسلمانوں کا مرکز توجہ ہے، اور آپؐ کی نبوت ہی سے یہ چشمہ ابلتا ہے۔ اور آپ ہی وہ روشن چراغ ہیں جس نے پوری دنیا کو منور کیا ہے، یہ ایسا عظیم الشان تجدیدی کام ہے، جس کے لئے نہایت قوی الارادہ، صاحب عزم، بلند ہمت مصلحین و مفکرین کی ضرورت ہے۔ جب بھی یہ کام پورا ہوگا، اسلام کی فکری اور تجدیدی تاریخ میں ایک انقلاب انگیز، اور بے نظیر کارنامہ ہوگا۔ اسی ٹھوس اور مستحکم بنیاد پر حقیقی اور فطری اسلامی اتحاد قائم ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ ہر کوشش مصنوعی اور غیر فطری ہوگی۔

اگر اثنا عشری حضرات خلوص دل سے چاہتے ہیں، کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے ایک دوسرے سے قریب آئیں، اور وہ صاف دل سے متحد ہو کر ایک مرکز پر جمع ہوں تو انہیں صحابۂ کرام اور امہات المومنین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بارے میں اپنے طرزِ فکر میں تبدیلی کرنی ہوگی، اس لئے کہ افراد اور جماعتوں کی محبوب و محترم شخصیتوں کا جب تک احترام نہ کیا جائے گا، اس وقت تک یکجہتی کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دو آدمی ایک مقصد کے لئے جوش و خلوص، صاف دلی اور جذبہ و تعاون سے آپس میں مل بیٹھیں، لیکن ایک ساتھی دوسرے ساتھی کے مثالی محبوب و محترم، اور محبت و عقیدت کی مرکزی شخصیّت کو نامناسب الفاظ میں یاد کرے، طنز و تشنیع اور بے سروپا الزامات لگانے کو خدا کے یہاں تقرب کا ذریعہ خیال کرے، ہم میں سے ہر شخص کو اس کا تجربہ ہے، جب اساتذہ و شیوخ، اور آباؤ اجداد کے بارے میں ہمارا یہ تجربہ ہے۔ تو بھلا ان پاک نفوس کے بارے میں ہمارا کیا حال ہوگا۔ جن کو انسان اپنے آباؤ اجداد اور اساتذہ و شیوخ سے کہیں زیادہ افضل اور برتر سمجھتا ہے، اور ان پر اپنی جان نثار کرنے کے لئے تیار رہتا ہے، اور ان کو دین کا سچّا خادم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جان نثار فدائی خیال کرتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ صحابۂ کرام نے خدا کی راہ میں جہاد کیا ہے۔ اور دینی دعوت کے میدان میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں، اور دنیا کی زندگی میں زہد و تقشف اور ایثار و قربانی کے لازوال نقوش چھوڑے ہیں ——۔

اس جذباتی پہلو سے قطع نظر اس مسئلہ کی بہت بڑی تبلیغی اہمیّت اور علمی قدر و قیمت ہے، لوگ ہمیشہ دعوت کی صداقت، اور کسی مذہب کی تعلیمات کی خوبیوں کا فیصلہ اس سے کرتے ہیں کہ اس دعوت نے کیسے اخلاقی نمونے اور عملی مثالیں پیش کیں، اس دعوت نے اپنے ابتدائی دور میں کس طرح کی نسل تیار کی، اور آدم گری و مردم سازی کا کیا کمال دکھایا، صاحبِ دعوت کو اپنی دعوت و تربیت میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی؟ اساتذہ و معلمین، قائدین و مصلحین اور ماہرینِ فن صناعوں کی کامیابی کا بھی ہمیشہ سے یہی پیمانہ رہا ہے، اگر ان کو اپنی کوششوں میں معتدبہ کامیابی حاصل ہوئی اور انہوں نے خاصی تعداد میں ایسے لوگ تیار کئے جن سے ان کے کمالِ فن کا اظہار ہوتا تھا۔ اور ان کی محنت ٹھکانے لگی تھی، تو ان کی فنّی مہارت اور ان کا امتیاز بے چون و چرا تسلیم کرلیا گیا۔ اور ان کو اس فن کا امام اور اپنے مقصد میں کامیاب مان لیا گیا، لیکن اگر ان کی کوششوں کے نتائج برائے نام، اور کامیابی بہت محدود پیمانے پر ہوتی ہے، یا اپنے شاگردوں، اور ماننے والوں کی تعلیم و تربیت میں ان کی جدوجہد ضائع ہوجاتی ہے۔ اور یہ شاگرد اپنے اساتذہ اور مربیوں کے اس دنیا سے جاتے ہی ان کی جدوجہد کو ناکام ثابت کردیتے ہیں، اور ان کی تربیت کے اثرات بہت جلد زائل ہو جاتے ہیں تو ان اساتذہ اور مربیوں کو اپنی تعلیم و تربیت کی مہم میں ناکام سمجھا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس موقعہ پر لوگ یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوتے ہیں، کہ جب یہ دعوت اپنے سب سے بڑے داعی کے ہاتھوں اپنے دورِ عروج میں کوئی دبدبہ پا، اور گہرے نقوش مرتسم نہ کر سکی اور جب اس دعوت پر ایمان لانے والے ابتداہی میں اسلام کے وفادار اور امین نہ رہ سکے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس صراطِ مستقیم پر صحابۂ کرامؓ کو چھوڑا تھا، ان میں سے معدودے چند آدمی ہی اس پہ گامزن رہ سکے، تو ہم کیسے تسلیم کر سکتے ہیں کہ اس کے اندر نفوس کے تزکیہ کی صلاحیت ہے اور وہ انسان کو حیوانیت کی پستی سے نکال کر انسانیت کی بلند چوٹی تک پہنچا سکتی ہے۔

دعوت و تبلیغ کی ایک اہم ضرورت، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور آپ کی سیرت و تاریخ کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم صحابۂ کرامؓ کے محاسن کا اعتراف کریں، ان کے کارناموں کی عظمت و اہمیت، ان کی وفاداری، باہمی محبت و تعاون علی الحق کے نقوش کو اجاگر کریں، اور اس تابناک تاریخ کا یہ روشن ورق دنیا کے سامنے پیش کریں —— ان کی بھول چوک، اور بشری کمزوریوں کی حیثیت تاریخ کے صاف شفاف صفحہ پہ ایک سیاہ نقطہ سے زیادہ نہیں، صحیح منطق اور عقلِ سلیم بھی اس موقف کو قبول کرتی ہے۔ اور قرآن مجید اور مستند تاریخ سے بھی یہی موقف درست ثابت ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید نے بھی سابقین اولین اور سلف صالحین کے متعلق اسی روش کو قابلِ تعریف قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ جَآؤُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد کہتے ہوئے اے رب بخش ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان میں داخل ہوئے، اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا، اے رب! تو ہی نرمی والا مہربان ہے۔

(الحشر: ۱۰)

گذشتہ قوموں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ان کے انبیاء علیہم السلام کے حواری اور رفقاء مخلوقِ خدا میں سب سے بہترین لوگ ہیں، یہ قومیں اپنے پیغمبروں کے حواریوں، اور شیعوں کی محبت و عقیدت میں معروف مشہور تھیں، اس لئے ہمیں صحابہ کرامؓ سے اور زیادہ محبت و عقیدت ہونی چاہئیے، جو اس نبی کے رفیق و حواری ہیں، جس نے اس دنیا پر سب سے زیادہ گہرا اور لافانی اثر ڈالا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ (الجمعہ ۲)

وہی ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں کا، وہ پڑھ کر سناتا ہے، ان کو اللہ کی آیات اور سنوارتا ہے، اور سکھلاتا ہے، ان کو کتاب و حکمت، اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں۔

...

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا۔ (الفتح ۲۸)

وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

اگر ہم مختلف مسلک کے لوگوں کو قریب کرنے کے لئے خلوص دل سے کوشش کرنا چاہتے ہیں تو پھر یہ کوشش ٹھوس اور فطری بنیاد پر ہونی چاہیئے، اس نفسیاتی اور فطری راستہ کے علاوہ جو کوشش بھی کی جائے گی، وہ ناکام اور غیر فطری ہوگی، ہم نے ایک موقعہ پر علامہ تقی القمیؒ (جو اس مقصد کے لئے تیس ۳۰ سال سے کام کر رہے ہیں) کی مجلس میں عرض کیا تھا کہ ہمارے یہاں اردو کی ایک مثل ہے کہ "تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی" میں اس میں اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ صرف دو ہاتھ بھی کافی نہیں، ان میں خلوص، عزم اور سنجیدگی بھی ہونی چاہیئے اور کسی ہاتھ میں ڈھیلا پن اور سستی ہوگی، تو تالی نہیں بج سکتی، میں نے یہ بھی کہا تھا کہ:

تقریب بین المذاہب کوئی مشینی عمل نہیں، زبان سے زیادہ اس کا تعلق دل سے ہے، اور خارجی مسئلہ سے زیادہ اس کا تعلق اندرونی مسئلہ ہے، ابھی کسی ایسے گوند کی ایجاد نہیں ہو سکی جس سے کاغذ کی طرح دل بھی جوڑ جائیں، اس کے لیے خواہش اور جد و جہد دل سے اٹھنی چاہیئے، اور اس میں اتنی روانی اور ابال ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی قوت، اور حرارت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے، اس کے لئے آپس میں مفاہمت کرنی ہوگی، کچھ چیزوں سے دست بردار ہونا، اور کچھ کسر و انکسار سے کام لینا پڑے گا۔

لیکن ایک بار جب ہمارے دل اس کو قبول کرنے پر تیار ہو جائیں گے، تو پھر محبت و اعتماد کے سیل رواں کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکے گی، اس لئے کہ محبت اپنی راہ کی ہر رکاوٹ اور بغض و عداوت کی ہر کدورت کو بہا لے جاتی ہے۔

آخر میں ایران کے الـ[illegible] مبذول کرانا چاہتا ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ایرانی بھائی قرآنِ کریم کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، ان کو اس سے محبت ہے۔ اور وہ اس سے بے تعلق نہیں، اہلِ ایران قدیم زمانہ سے قرآن کی تزئین کتابت و نقاشی میں آگے رہے ہیں۔ اس کو کتب خانوں اور میوزیم میں خاص اہتمام سے رکھتے اور اس پر فخر کرتے اور بہتر سے بہتر طریقہ پر زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے میں اب بھی وہ دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے پیچھے نہیں ہیں، ایران کے قدیم و جدید علماء نے قرآنِ مجید کی بلند پایہ تفسیریں بھی لکھی ہیں، جن میں سے متعدد ہندوستان میں بھی مشہور و متداول رہی ہیں۔

لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ قرآنِ مجید کے ساتھ ایرانیوں کا تعلق اس سے کہیں زیادہ گہرا ہونا چاہیئے۔ اس کی ضرورت ہے کہ اس کا ذوق ہر ذوق پر غالب اور اس کی روح جسم و جان میں ساری و جاری ہو، جس کا ایک نتیجہ کثرتِ تلاوت، اور حفاظ کی کثیر تعداد کی شکل میں ملک میں دیکھا جا سکے، اس کو ہر چیز پر ترجیح دی جائے، اس کو ہر مسئلہ میں رد و قبول کا معیار، اور حسن و قبح کی میزان سمجھا جائے، وہی ہمارے علم و ادب، عقیدہ و عمل، اور سیرت و اخلاق کا سدرۃ المنتہیٰ ہو۔

مجھے اس میں شک نہیں، ہمارے ایرانی فضلاء اور مفکرین ان پیش کردہ حقائق میں سے بعض حقیقتوں کو محسوس کرتے ہیں، اور ان کی اشاعت و ترویج اور تقویت کی ضرورت کا انہیں اعتراف ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک عظیم الشان تجدیدی کام ہے، اور اس سے وہی باکمال شخصیتیں عہدہ برآ ہو سکتی ہیں، جو اپنے علمی وقار و احترام کو داؤں پر لگا دیں، اور اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے تیار ہوں، لیکن اس کامیابی سے جو خوشی و مسرت حاصل ہوگی، اس سے بڑھ کر کوئی مسرت نہیں ہو سکتی، اس سے تاریخ ان کو جس عزت و احترام کے مقام پر رکھے گی، اس کی برابری کوئی عزت و مرتبہ نہیں کر سکتا، اسلام کی صاف شفاف پیشانی اور اس کی حقیقت پر جو گرد و غبار اٹ گیا ہے تاریخ کے ملبہ نے جس طرح اس کے رخِ زیبا کو چھپا لیا ہے اور افکار و تقالید کی جو دبیز تہ جم گئی ہے، اس کو ہٹانا اور قرنِ اول میں دین کی جو حالت تھی، وہ حالت پھر سے پیدا کرنا کوئی آسان اور معمولی کام نہیں، بلکہ بہت بڑا جہاد اور عظیم الشان تجدیدی کام ہے، توحید خالص اور حقیقت دین کو اپنانے کے لئے قرآن کی دعوت صرف دوسرے مذاہب اور غیر مسلم اقوام ہی کو نہیں امت کے تمام طبقوں اور گروہوں سے بھی ہے، وہ کسی عہد کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہر جگہ اور ہر زمانہ کے لئے یکساں ہے۔

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا — آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں، مگر ہم اللہ کی، اور شریک

باقی ص ۹۲

© rasailojaraid.com